شرعی امور میں آسانی اور سہولت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب- ہدایات نبوی ﷺ کی روشنی میں

محمد افضل *

Islam is a dynamic, practical and pragmatic religion that always gives commands according to situation and environment. When it is declared that Islam is a final, absolute and last religion, it means this is a religion of all human beings without any difference of race, tribe, geography, creed and age. If the claim is that Islam is for all, then this is necessary to prove the reality of its workability in modern era. The deep study of Holy Prophets traditions reveals that the basic principle of Islamic teachings is viability and adjustability. Islam never gives such hard and fast rules that give the feeling of imprisonment to the followers and believers. The article provides handsome information about Islamic paradigm of addressing whole humankind in a lenient pattern. The Prophets (s.a.w.) was messenger of Allah for entire human universe and his benevolence was for believers and enemies both. The article tells that life and sayings of Prophets (s.a.w.) is beautiful way towards peace, harmony and comfort.

انسان تخلیقی طور پر کمزور ہے مشقت اور تنگی کو طبعی طور پر پسند نہیں کرتا، اسی لئے شریعت اسلامیہ کے تمام احکام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے آسانی، تیسیر اور سہولت کو ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو دین تفویض کیا ہے اس میں تکلیف شرعی کا مقصد بندوں کو دشواریوں سے دوچار کرنا نہیں ہے بلکہ غائیت درجہ کی نرمی اور درگزر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری اور ضعف کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾[1]

"اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

* لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج، شالیمار ٹاؤن، جائینہ سکیم، لاہور۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾2

"اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

اللہ کی صفت رحمت یہ ہے کہ اس نے اس امت کو ایسا رسول عنایت فرمایا ہے جو اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق، مہرباں اور نرم دل ہے، قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی اس صفت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾3

"(اے پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔"

آپ ﷺ کی رحم دلی اور نرم مزاجی کے بارے میں سورۃ الانبیاء میں ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾4

"اے محمد (ﷺ)، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی فطری نرم دلی اور طبعی عادت درگزر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان پر اپنی امت کا مشقت میں پڑ جانا گراں گزرتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾5

"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔"

سورۃ الاعراف میں اراشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾6

"اور وہ ان سے بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔"

اسی شفقت اور تیسیر کا نتیجہ ہے کہ دین اسلام میں پہلے مذاہب کی سختیوں کا خاتمہ اور احکامات کے

نفاذ میں تدریج کے باوجود مزید تیسیر اور آسانی کو ملحوظ رکھا گیا۔ رسول اکرم ﷺ کوئی بھی حکم صادر فرمانے سے قبل افراد کے احوال، مساکن اور استطاعت کا خیال رکھا کرتے تھے، آپ ﷺ لوگوں کے لئے تیسیر اور آسانی فرمایا کرتے تھے

رسول اکرم ﷺ کے فرامین کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین میں تیسیر، آسانی اور سہولت کو اختیار کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلائی ہے تاکہ احکام کی بجاآوری میں لوگوں کو مشکلات کا سامنا نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ اپنی امت سے اس قدر مہربانی اور شفقت فرماتے تھے کہ جو امور ان کے لئے مشکل ہوتے تھے ان میں آپؐ تخفیف اور نرمی پیدا فرمادیتے تھے تاکہ وہ دشواری سے بچ سکیں۔

رسول اکرم ﷺ نے تیسیر اور آسانی کو اپنانے کی ترغیب دلاتے ہوئے کئی ایک اسالیب اختیار کئے ہیں تاکہ لوگ دین اسلام کی صفت تیسیر خوب سمجھ سکیں۔

آسانی اور سہولت پر مبنی دین:

آپ ﷺ نے خود دین کی وسعت اور گنجائش کو یوں بیان فرمایا:

- «إِنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ لِتَعْلَمَ يَهُودُ أَنَّ فِي دِينِنَا فُسْحَةً إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ» 7

"عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا تاکہ یہود جان لیں ہمارے دین میں وسعت ہے بے شک میں حنیف اور آسانی والے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔"

آپؐ سے سوال کیا گیا کہ کونسا دین افضل ہے تو اس کے جواب میں بھی آپؐ نے دین کی وسعت اور گنجائش کو نمایاں فرمایا:

- « سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الدِّينِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ » 8

"آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کون سے دین افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھا اور آسانی والا دین۔"

اللہ کے نزدیک نرمی، سہولت اور تیسیر والا دین پسندیدہ ترین دین ہے۔

- « وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللهِ الحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ » 9

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ دین ہے جو سچا اور سیدھا ہے۔"

علامہ بدرالدین العینیؒ فرماتے ہیں:

"قَوْله: ﴿السمحة﴾ بِالرَّفْع صفة: الحنيفية، وَمَعْنَاهَا: السهلة، والمسامحة هِيَ: المساهلة، وَالْملَّة السمحة: الَّتِي لَا حرج فِيهَا وَلَا تضييق فِيهَا على النَّاس، وَهِي مِلَّة الْإِسْلَام"10

"السمحۃ یہ رفع کے ساتھ الحنیفیۃ کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے سہولت اور المسامحۃ یہ المساھلۃ ہے اور الْمِلَّۃ السمحۃ سے مراد ہے کہ وہی ملت اسلام ہے جس میں لوگوں پر کوئی تنگی اور حرج نہ ہو۔"

پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن لکھتے ہیں:

"احب اسم مفعول کے معنی میں ہے اس کی خبر (الحنفية السمحة) اگرچہ مؤنث ہے لیکن علم بن چکا ہے لہٰذا کوئی قباحت نہیں، دوسرا یہ کہ افعل تفضیل اگر مضاف کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس میں جائز ہے کہ اسے مابعد کے مطابق رکھا جائے یا نہ۔(الدین) جنس ہے مراد(أحب الأديان) ہے ۔ادیان سے مراد بنی اسرائیل وغیرہ کی شریعتیں ہیں، تحریف سے پہلے چنانچہ ان میں کافی سختیاں اور تنگیاں تھیں مثلاً توبہ کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا، آٹھ پہر کا روزہ وغیرہ ان کی نسبت الحنفیۃ یعنی ملت ابراہیمیہ آسانیوں والی ہے حنف کا لغت میں میل یعنی میلان کا معنی ہے کیونکہ حنف ابراہیم باطل سے میلان کر کے حق کی طرف آئے تو ان کی ملت کو (الملۃ الحنفیۃ) کہا گیا اور حنیف اسے کہیں گے جو ان کی ملت پر ہو ہمیں جناب ابراہیم کی ملت عطا کی گئی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں اپنے اوپر سختی نہیں کرنی چاہیے یعنی اس قسم کی سختی جو راہبوں نے اپنے اوپر مسلط کی"۔11

دین اسلام میں تنگی اور حرج کی ممانعت:

رسول اکرم ﷺ نے دین اسلام کی وسعت سہولت اور نرمی کو واضح کرتے ہوئے ساتھ یہ بھی اشارہ فرمایا دیا کہ اس دین میں سختی، مشکلات، تنگی اور دشواری پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو اس میں تنگی اور مشکلات پیدا کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا یعنی سختی اور تنگی باقی نہ رہے گی۔

ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

◉ «إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ» 12

"دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا وہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو۔"

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں باب الدین یسر کے تحت ذکر کیا ہے جبکہ اس باب سے پہلے صوم رمضان کا ذکر ہے بظاہر صوم رمضان کے بعد اس باب کا محل نظر نہیں آتا کیونکہ باب کا ماقبل اور مابعد اس سے یکسر مختلف ہے امام بخاریؒ نے رمضان کے روزوں کے بعد یہ باب کیوں باندھا اس کی حکمت کیا تھی انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے۔

اس کے بارے میں مولانا محمد عثمان غنی لکھتے ہیں:

"امام بخاریؒ کا مقصد خوارج و معتزلہ کی تردید ہے اس لیے کہ ان لوگوں نے دین کو اتنا سخت بنا دیا کہ اگر ایک وقت کی نماز کو چھوڑ دیا تو کافر ہو گیا یا ایمان سے خارج ہو گیا اگر کوئی گناہ کبیرہ ہو گیا تو کافر ہو گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں جتنا بنا رکھا ہے بلکہ دین آسان ہے۔ اس سے قبل مسلسل چار ابواب کے ذکر کردہ اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں بڑی مشقت ہے۔ لیلۃ القدر کا قیام پھر جہاد مع الکفار، رمضان کا روزہ اور تراویح سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں نہایت مجاہدہ و مشقت مطلوب ہے اب امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں اگرچہ مجاہدہ و مشقت مطلوب ہے لیکن اتنا ہی کہ پابندی اور مداومت ہو سکے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: « أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ » 13 خلاصہ یہ کہ بقدر تحمل مقصود ہے اور تمام اعمال میں اعتدال مطلوب ہے"۔14

اس حدیث کے دوسرے حصہ میں دین میں سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ جو دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔ جو دین میں سختی سے کام لے گا ایک دن وہ عمل کرنے سے عاجز آجائے گا اور اعمال سرانجام نہیں دے پائے گا۔ کثرت جہد اور تکلیف مالا یطاق سے کام لے گا ایک دن

بیمار پڑ جائے گا۔ جو صرف عزیمتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور رخصتوں کو قبول نہیں کرتے وہ ایک دن مغلوب من الدین ہو جاتے ہیں اس لیے عزائم اور رخص دونوں کو قبول کرنا چاہیے۔

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

"صرف عزیمتوں پر عمل کرنا اور شرعی رخصتوں سے فائدہ نہ اٹھانا بھی شدت ومشادہ ہے"۔15

اس حدیث میں دین میں آسانی اور سہولت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے مزید یہ الفاظ فرمائے۔

سددوا وقاربوا یعنی میانہ روی اختیار کرو اور اگر کسی نیکی کو کامل نہیں کر سکتے تو اس کے قریب ہو جاؤ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اعلیٰ مرتبہ اور درجہ حاصل نہ کر سکو تو اس کے قریب تو رہو۔

وابشروا میں یہ پیغام ہے کہ خوشی خوشی دین کے امور سرانجام دیا کرو ان کو اپنے لیے تنگی اور دشواری نہ خیال کرو کیونکہ تمہارا دین آسان ہے۔ یعنی طاقت کے مطابق تھوڑا عمل کر کے بھی خدا تعالیٰ کی بشارت کے مستحق بن سکتے ہو۔

" وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ "

ان الفاظ میں ترغیب وتحریض دی گئی ہے کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تاکہ خدا تعالیٰ کا قرب ممکن ہو سکے۔

شریعت نے تقلیل عبادت کا حکم تکثیر کے لیے دیا جو قلیل کرے گا اور پابندی سے کرتا رہے وہ بہت ہو جائے گا کثیر سے اس لیے منع کر دیا ایک دم بہت زیادہ عبادت کرنے سے تھکاوٹ ہو جانے پر اکتاہٹ ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں:

"قال أبو الزناد: والمراد بهذا الحديث الحض على الرفق في العمل، وهو كقوله ﷺ: تمت عليكم من العمل ما تطيقون، وقال لعبد الله بن عمر : تمت وإذا فعلت هجمت عينك ونقمت نفسك . وقوله: تمت أبشروا يعني بالأجر والثواب على العمل، وتمت استعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة كأنه خاطب مسافرًا يقطع طريقه إلى مقصده فنبهه على أوقات نشاطه التي يزكو فيها عمله؛ لأن الغدو والرواح والدلج أفضل أوقات المسافر"16

"ابو الزناد نے کہا اس حدیث سے مراد کام میں نرمی کی ترغیب ہے اور یہ آپ ﷺ کے فرمان کی طرح ہے کہ عمل میں جن چیزوں کی تم طاقت رکھتے ہو وہ مکمل ہیں۔ اور آپ ﷺ نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ جب تو کام کرے تو مکمل کرے اس حال میں تیری آنکھ پر پسینہ آجائے اور تیرا دل نہ پسند کرے۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے یہ دین مکمل آسان ہے جس کی تمہیں بشارت دی گئی ہے یعنی کام پر اجر و ثواب کی۔ اور یہ دین آسان ہے تم صبح و شام اور رات کی تاریکی میں مدد حاصل کرو گویا آپ ﷺ نے مسافر کی طرح خطاب کیا ہے جو اپنے مقصد کے لیے راستہ طے کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے نشیط اوقات پر متنبہ کیا ہے جس میں وہ اپنے عمل کو بڑھالے کیونکہ صبح و شام اور رات کی تاریکی مسافر کے افضل اوقات ہیں۔"

رفق و نرمی کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے دینی امور میں جہاں اپنے بندوں کے لیے تیسیر اور سہولت رکھی ہے وہاں خوا مخوا ہ خود کو مشکلات اور تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے رسول اکرم ﷺ کی یہ صفت مبارکہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کے لیے آسان احکام بیان کیا کرتے تھے اور ان کے احوال اور استطاعت کو دیکھ کر ان کے لیے حکم صادر فرماتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ مشکل اور دشواری کو پسند نہیں فرماتے تھے آپ ﷺ کے ہاں انسانوں کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنے والا کس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ جو تیرے بندوں کے لیے نرمی، سہولت اور آسانی پیدا کرتا ہے تو اس کے ساتھ نرمی اور آسانی فرما اور جو تیرے بندوں کے لیے ساتھ سختی اور مشکلات پیدا کرنے کا رویہ رکھتا ہے تو اس کے لیے سختی کا رویہ فرما۔

عبد الرحمان بن شماسہ بیان کرتے ہیں:

⦿ «أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ، فَقَالَتْ : مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ : رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، فَقَالَتْ: كَيْفَ كَانَ صَاحِبُكُمْ لَكُمْ فِي غَزَاتِكُمْ هَذِهِ؟ فَقَالَ: مَا نَقَمْنَا مِنْهُ شَيْئًا، إِنْ كَانَ لَيَمُوتُ لِلرَّجُلِ مِنَّا الْبَعِيرُ فَيُعْطِيهِ الْبَعِيرَ، وَالْعَبْدُ فَيُعْطِيهِ الْعَبْدَ، وَيَحْتَاجُ إِلَى النَّفَقَةِ، فَيُعْطِيهِ النَّفَقَةَ، فَقَالَتْ : أَمَا إِنَّهُ لَا يَمْنَعُنِي الَّذِي فَعَلَ فِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخِي أَنْ أُخْبِرَكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: «اللهُمَّ، مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ

مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ» 17

"میں حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم کن لوگوں میں سے ہو میں نے عرض کیا اہل مصر میں سے ایک آدمی ہوں تو سیدہ نے فرمایا تمہارا ساتھی تمہارے ساتھ غزوہ میں کیسے پیش آتا ہے میں نے عرض کیا ہم نے اس میں کوئی ناگوار بات نہیں پائی اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ عطا کرتا ہے اور غلام کے بدلے غلام عطا کرتا ہے اور جو خرچ کا محتاج ہو اسے خرچہ عطا کرتا ہے سیدہ نے فرمایا مجھے وہ معاملہ اس حدیث کے بیان کرنے سے نہیں روک سکتا جو اس نے میرے بھائی محمد بن ابو بکر سے کیا رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے میرے اس گھر میں فرمایا اے اللہ میری اس امت میں سے جس کو ولایت دی جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کو والی بنایا جائے وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔"

شیخ ملّا علی القاریؒ فرماتے ہیں:

"قَالَ النَّوَوِيُّ: هَذَا مِنْ أَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْمَشَقَّةِ عَلَى النَّاسِ، وَأَعْظَمِ الْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِهِمْ، وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ فِي هَذَا الْمَعْنَى قَالَ الطِّيبِيُّ: وَهُوَ مِنْ أَبْلَغِ مَا أَظْهَرَهُ ﷺ مِنَ الرَّأْفَةِ وَالشَّفَقَةِ وَالْمَرْحَمَةِ عَلَى الْأُمَّةِ فَنَقُولُ بِلِسَانِ الْحَالِ: اللَّهُمَّ هَذَا أَوَانُ أَنْ تَرْحَمَ عَلَى أُمَّةِ حَبِيبِكَ الْكَرِيمِ وَتُنْجِيَهُمْ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)"18.

"امام نوویؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ لوگوں پر تنگی پیدا کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کے ساتھ نرمی پیدا کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ امام طیبیؒ نے بھی یہی معنی مراد لیے ہیں کہ اس سے آپؐ کی اپنی امت پر نرمی، شفقت اور مہربانی کا بہت زیادہ اظہار ہوتا ہے ہم لسان حال سے کہتے ہیں اے اللہ یہ نرمی ہے کہ تو اپنے محبوب نبی کی امت پر رحم کرے اور اس کی امت کو بڑی آزمائشوں سے بچائے۔"

شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"شَقَّ عَلَيْهِمْ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الْمَشَقَّةَ أَيْ الْمَضَرَّةَ. وَالدُّعَاءُ عَلَيْهِ مِنْهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالْمَشَقَّةِ جَزَاءٌ مِنْ جِنْسِ الْفِعْلِ، وَهُوَ عَامٌّ لِمَشَقَّةِ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةِ وَتَمَامُهُ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي

شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ وَرَوَاهُ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ بِلَفْظِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْهُمْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَعَلَيْهِ بَهْلَةُ اللهِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا بَهْلَةُ اللهِ قَالَ: لَعْنَةُ اللهِ وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْوَالِي تَيْسِيرُ الْأُمُورِ عَلَى مَنْ وَلِيَهُمْ وَالرِّفْقُ بِهِمْ وَمُعَامَلَتُهُمْ بِالْعَفْوِ وَالصَّفْحِ وَإِيثَارِ الرُّخْصَةِ عَلَى الْعَزِيمَةِ فِي حَقِّهِمْ لِئَلَّا يُدْخِلَ عَلَيْهِمْ الْمَشَقَّةَ، وَيَفْعَلَ بِهِمْ مَا يَجِبُ أَنْ يَفْعَلَ بِهِ اللهُ"19

"ان پر سخت ہو جا ان پر سختی ڈال دے یعنی تنگی رسول اکرم ﷺ نے ان کے لیے بد دعا فرمائی ہے یہ مشقت ان کے عمل کی وجہ سے ہے اور یہ مشقت دنیا و آخرت دونوں میں ہو سکتی ہے۔ اور اس کی تکمیل یہ ہے جو میری امت میں کسی کام پر والی بنایا گیا اور اس نے نرمی کی تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے جو کسی کام میں والی بنایا گیا اور اس نے میری امت پر سختی کی تو اس پر اللہ کی طرف سے بہلہ ہو تو آپ سے پوچھا گیا کہ بہلہ سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو۔ یہ حدیث اس بات پہ دلیل ہے کہ جو کوئی کسی امور میں والی بنایا گیا تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی، آسانی، درگزر اور سہولت کا معاملہ رکھے عزیمت کی بجائے رخصت کو ترجیح دے تاکہ اس پر مشقت نہ آن پڑے۔ ان کے ساتھ وہ سلوک کرے جو اللہ نے اس پر واجب کیا ہے۔"

آسان عمل کو ترجیح:

رسول اکرم ﷺ کی ایک صفت "معلم یسیر" ہے آپ کو جب بھی اللہ کی طرف سے کسی کام کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اپنی امت کے لئے تیسیر اور آسانی کا ہی انتخاب کیا، کسی کام کو سرانجام دیتے ہوئے آپ کی کوشش یہی ہوا کرتی تھی کہ آسانی اور گنجائش پیدا کی جائے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

◉ «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ، فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلَّهِ»20

"نبی ﷺ کو دو امر کے درمیان جب بھی اختیار دیا تو ان میں جو آسان صورت تھی اس کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوا گر وہ گناہ ہوتا تو لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہتے

والے ہوتے (یعنی سب سے زیادہ اس سے پرہیز کرتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا مگر جو شخص حرمت الہیہ کی پردہ دری کرتا یعنی احکام الٰہی کے خلاف کرتا تو اللہ کی خاطر اس سے انتقام لیتے۔"

اس حدیث میں تصریح ہے کہ اگر کسی کام میں آسانی کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

" وَقَالَ عِيَاض: يحْتَمل أَن يخيره الله تَعَالَى فِيمَا فِيهِ عقوبتان وَنَحْوه، وَأما قَوْلهَا: ﴿مَالم يكن إِثْمًا﴾ فيتصور إِذا خَيره الْكفَّار. قَوْله: ﴿إِلاَّ أَن تنتهك حُرْمَة الله﴾ يَعْنِي: انتهاك مَا حرمه، وَهُوَ اسْتِثْنَاء مُنْقَطع، يَعْنِي إِذا انتهكت حُرْمَة الله انتصر لله تَعَالَى وانتقم مِمَّن ارْتكب ذَلِك"21

" قاضی عیاضؒ نے کہا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ نے ان چیزوں میں اختیار دیا ہو جن میں دو سزائیں ہوں اور مالم یکن اثم کا فرمان کفار کے ساتھ بھلائی کرنے کے اختیار کو بتلاتا ہے۔ اور آپ ﷺ کا فرمان "إِلاَّ أَن تنتھک حُرْمَة الله" یعنی اللہ کی حرمت والی چیزوں کو پامال کیا جائے اور یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی جب اللہ کی حرمت والی چیزوں کو پامال کیا جائے تو اللہ کی مدد کرو اور اس کے مرتکب سے انتقام لو۔"

شیخ محمد عبد العزیز بن علی الشاذلی الخَوْلیؒ فرماتے ہیں:

"فمثل خيّره ربه بين الإفطار والصيام في السفر أو المرض. فاختار الأيسر، وخيره بين مقابلة السيئة بمثلها والعفو فاختار العفو، وخيّره فيمن تحاكموا إليه غير مخلصين في الحكم بينهم أو الإعراض عنهم، فاختار ما رآه أسهل، وخيّره بين أن يقوم نصف الليل أو ثلثه، أو يزيد على النصف فكان يختار ما يراه أيسر على نفسه، وخيّره بين أن يفتح له كنوز الأرض أو يجعل رزقه الكفاف فاختار الكفاف ليتفرغ لعبادة ربه، والدعوة إلى دينه، وكذلك إذا خيّره أهل بيته بين أمرين اختار أيسرهما، فإذا خيّروه بين طعامين اختار أدناهما كلفة. وإذا استشار أصحابه في أي الطرق يسلك في سفرة أو غزوة، وفي أي الأماكن ينزل، أو في أي البقاع تكون المعركة، فأشاروا بأمرين اختار الأيسر منهما، وهكذا دأبه، ما لم يكن أحد الأمرين معصية، فإنه يكون أبعد الناس منه، وكيف لا تنفر نفسه الطيبة الطاهرة بما يخدش طاعته لربه، وحرصه على شرعه

ولن يخيره بين طيب وخبيث . كماء وخمر إلا جاهل بالدّين، أو منافق . أو كافر لا يعلم أحكام الشريعة، ذلك الخلق الأول. أما الخلق الثاني فكان ﷺ لا يناله أمر يمضه من جفاة الأعراب أو من ضعفة الإيمان، أو من أعدائه فينتقم لنفسه ...... والحديث يحثنا على أخذ اليسر، والرغبة عن العسر، ويدعونا إلى الأخذ بالرخص إن كانت على النفس أسهل . والعفو عن المسيئين إلا أن ينتهكوا حرمات هذا الدّين، ويندبنا إلى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر"22

"آپ ﷺ کو آپ ؑ کے رب نے سفر اور بیماری میں روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں اختیار دیا تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا اور جب آپ ﷺ کو انتقام اور معافی میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے معافی کو اختیار فرمایا اور جب آپ ﷺ کو غیر مخلص لوگوں میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں بھی آسانی کا انتخاب فرمایا۔ اور جب آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ آپ کے لیے زمین کے خزانے کھول دیئے جائیں یا آپ ﷺ کو بقدر ضرورت زرق دیا جائے تو آپ ﷺ نے بقدر ضرورت کا انتخاب کیا تا کہ اللہ کی بندگی میں فارغ رہ سکے اور اس کے دین کی دعوت دینے میں۔ اور اسی طرح اپنے گھر والوں کے لیے بھی آسانی کا انتخاب فرماتے جب اللہ تعالیٰ نے دو کھانوں میں اختیار دیا تو آپ ﷺ نے اس کا انتخاب کیا جس میں مشقت کم تھی اور جب آپ ﷺ سفر یا غزوہ میں صحابہ سے کسی راستے کا مشورہ لیتے یا پڑاؤ والی جگہ کے بارے میں یا دشمن سے جنگ والے میدان کے بارے میں تو تب بھی آپ ان کے دیئے ہوئے مشوروں میں سے آسان کا انتخاب فرماتے۔ اور یہی اصل اور بنیاد ہے کہ جب تک ان دو میں کوئی گناہ والا کام نہ ہو تا تو آپ ﷺ اس کو اختیار کرتے۔ اور آپ ﷺ شریعت پر حریص تھے اور آپ کو کبھی بھی طیب اور خبیث اشیاء میں اختیار نہیں دیا گیا جیسا کہ پانی اور شراب ہے، سوا اس کے کہ جو دین کو نہیں جانتا یا منافق ہے یا کافر ہے یا جو احکام شرعی نہیں جانتا یہ پہلا خلق ہے۔ دوسرا خلق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سخت و تند خو دیہاتیوں کی جانب سے یا کمزور ایمان والوں کی جانب سے کوئی ایسا معاملہ نہیں پہنچا جس میں انہوں نے آپ ﷺ کو اذیت نہ دی ہو حتیٰ کہ آپ ﷺ کے جانی دشمنوں سے بھی آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا۔....... اور یہ حدیث ہمیں آسانی اختیار کرنے

پر ابھارتی ہے، اور تنگی سے بے رغبتی پر اور ہمیں رخصت لینے پر ترغیب دیتی ہے اگرچہ وہ نفس پر آسان ہو اور خطاء کاروں سے معافی پر۔ سوائے اس کے کہ وہ دین کی حرمت کے مرتکب ہوں اور ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر آمادہ کرتی ہے۔"

آسانی اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ ہے:

رسول اکرم ﷺ نے اپنے بارے میں خود وضاحت فرمائی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تنگی اور مشکلات پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی، تیسیر اور سہولت پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

◉ «إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا» 23

"خدا نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے نہ تکلیف دینے والا بنا کر بھیجا ہے بلکہ اس نے مجھے آسانی فراہم کرنے والے معلم کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے۔"

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد لوگوں کے لیے آسانی اور تیسیر پیدا کرنا تھا آپ ﷺ کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ نے اپنی تعلیمات میں تحریف و تبدل کرتے ہوئے اس قدر تنگیاں، مشکلات اور دشواریاں پیدا کرلی تھی کہ ان کے لیے مذہبی تعلیمات پر عمل کرنا ممکن نہ رہا تھا کیونکہ انسان کے لیے اصل آسانی اور سہولت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو دی گئی ہو اگر انسان اپنی من مانیوں سے آسائش اور سہولت پیدا کرے گا تو حقیقت میں اس کے لیے تنگی اور حرج پیدا ہو جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے رخصت اور آسانی کو پسند فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے لیے آسانیوں اور رخصتوں کو پسند کرتا ہے اسی لیے اس نے اپنے بندوں کے لیے ہر معاملہ میں آسانی اور رخصت کا پہلو رکھا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

◉ «إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى فَرِيضَتُهُ» 24

"اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنے فرائض پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔"

الادب لابن ابی شیبہ میں ہی دوسرے الفاظ میں اس حدیث کو یوں بیان کیا گیا ہے:

◉ «ان اللہ يحب أن توتی رخصة كما يحب ان توتی عزائمه » 25

"اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح وہ اپنی عطا کی ہوئی عزیمتوں کو پسند کرتا ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں:

◉ «ان اللہ یحب ان توتی مباشرۃ کما یحب ان یطاع فی عزائمۃ» 26

"اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی دی ہوئی عزیمتوں کو پسند کرتا ہے اسی طرح وہ یہ بھی پسند کرتا ہے اس کی رخصتوں کو قبول کیا جائے۔"

مزید ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

◉ «ان عبداللہ قال: ان اللہ یحب ان تقبل رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمہ » 27

شیخ زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف لکھتے ہیں:

"مفهوم محبته لإتيان الرخص أنه يكره تركه فأكد قبول رخصته تأكيدا يكاد يلحق بالوجوب بقوله (كما يكره أن تؤتى معصيته) وقال الغزالي رحمه الله: هذا قاله تطييبا لقلوب الضعفاء حتى لا ينتهي بهم الضعف إلى اليأس والقنوط فيتركوا الميسور من الخير عليهم لعجزهم عن منتهى الدرجات فما أرسل إلا رحمة للعالمين كلهم على اختلاف درجاتهم وأصناف هما . قال ابن حجر رحمه الله: وفيه دلالة على أن القصر للمسافر أفضل من الإتمام"28

"اس کی محبت کا مفہوم اس کی رخصت کی بجا آوری ہے کیونکہ وہ اس کے چھوڑنے کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے رخصت کو قبول کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس قدر قریب ہے کہ وہ جب سے مل جائے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:" کما یکرہ اَن توتی معصیتہ "(جیسے وہ اپنی معصیت کی بجا آوری کو ناپسند کرتا ہے)

امام غزالیؒ کہتے ہیں یہ کمزور دلوں کی پاکیزگی ہے، حتی کہ ضعف، ناامیدی اور مایوسی میں ان کو بھی نہیں پہنچتا۔ چنانچہ وہ اپنے اوپر خیر سے آسانی کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ وہ درجات تک پہنچنے سے عاجز و بے بس ہیں۔ چنانچہ اس نے تو اس کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ہر کسی کے مختلف درجے اور اقسام ہیں۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اس میں دلیل ہے کہ مسافر کے لیے قصر کرنا مکمل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔"

شیخ محمد بن علی بن محمد لکھتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالرُّخْصَةِ :التَّسْهِيل وَالتَّوْسِعَة فِي تَرْك بَعْض الْوَاجِبَاتِ أَوْ إبَاحَة بَعْض الْمُحَرَّمَاتِ. وَهِيَ فِي لِسَانِ أَهْل الْأُصَول :الْحُكْم الثَّابِتُ عَلَى خِلَاف دَلِيل الْوُجُوبِ أَوْ الْحُرْمَة

لِعُذْرٍ. وَفِيهِ أَنَّ اللهَ يُحِبُّ إِتْيَانَ مَا شَرَعَهُ مِنَ الرُّخَصِ، وَفِي تَشْبِيهِ تِلْكَ الْمَحَبَّةِ بِكَرَاهَتِهِ لِإِتْيَانِ الْمَعْصِيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ فِي تَرْكِ إِتْيَانِ الرُّخْصَةِ تَرْكَ طَاعَةٍ، كَالتَّرْكِ لِلطَّاعَةِ الْحَاصِلِ بِإِتْيَانِ الْمَعْصِيَةِ. وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ الْأَوَّلِ مِنْ أَدِلَّةِ الْقَائِلِينَ بِأَنَّ الْقَصْرَ وَاجِبٌ، لِقَوْلِهِ : « فَكَانَ فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ » "29

"اور رخصت سے مراد سہولت و وسعت ہے بعض واجبات کو چھوڑنے میں یا بعض محرمات کے مباح ہونے میں۔اور یہی اہل اصول کی بات ہے کہ حکم عذر کی بناء پر حرمت یا اس کے مخالف دلیل پر برقرار رہتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ شریعت کی رخصتوں پر حکم کی بجا آوری کو پسند فرماتے ہیں اور اس محبت کی مشابہت میں معصیت کی بجا آوری کو ناپسند کرنا بھی ہے۔اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ رخصت کی بجا آوری کو چھوڑنا فرمانبرداری کو ترک کرنا ہے۔معصیت کی بجا آوری کر کے اطاعت کو چھوڑ دینا ہے اور پہلی حدیث ابن عمرؓ جس میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان امور میں سے جن کو ہم نے جانا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سفر میں دو رکعت نماز ادا کریں۔"

مذکورہ بالا حدیث میں یہ غیر مبہم وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیمتوں اور رخصتوں دونوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح لکھتے ہیں:

« وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ، وَفِي رِوَايَةٍ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ﴾ فُسِّرَتْ مَحَبَّةُ اللهِ بِرِضَاهُ وَكَرَاهَتُهُ بِخِلَافِهَا وَعِنْدَ أَهْلِ الْأُصُولِ أَنَّ الرُّخْصَةَ مَا شُرِعَ مِنَ الْأَحْكَامِ لِعُذْرٍ، وَالْعَزِيمَةُ مُقَابِلُهَا، وَالْمُرَادُ بِهَا هُنَا مَا سَهَّلَهُ لِعِبَادِهِ وَوَسَّعَهُ عِنْدَ الشِّدَّةِ مِنْ تَرْكِ بَعْضِ الْوَاجِبَاتِ، وَإِبَاحَةِ بَعْضِ الْمُحَرَّمَاتِ

وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ فِعْلَ الرُّخْصَةِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِ الْعَزِيمَةِ كَذَا قِيلَ وَلَيْسَ فِيهِ عَلَى ذَلِكَ دَلِيلٌ بَلْ يَدُلُّ عَلَى مُسَاوَاتِهَا لِلْعَزِيمَةِ، وَالْحَدِيثُ يُوَافِقُ قَوْلَهُ تَعَالَى ﴿يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة: 185)» 30

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رخصتوں کو اپنانے کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح وہ اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔اس حدیث کو مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں نقل کیا گیا ہے ایک روایت میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں

(جیسے وہ عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔) اللہ تعالیٰ کی محبت کی وضاحت کر دی گئی اس کی رضا اور کراہت کے ساتھ یہ اہل الاصول (فقہاء) کے قول کے بالکل برعکس ہے جو کہتے ہیں کہ احکام میں رخصت پر تبھی عمل ہو سکتا ہے جب کوئی عذر ہو اس کے برعکس عزیمت ہے یہاں مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے آسان کر دیا ہے اور وسعت دی ہے کہ مشکل وقت میں بعض فرائض کو ترک کر دیا جائے اور بعض محرمات کو مباح سمجھا جائے۔ اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رخصت پر عمل کرنا عزیمت پر عمل کرنے سے افضل ہے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث رخصت اور عزیمت کے مساوی ہونے پر دلیل ہے۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان کے موافق ہے ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ "اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے تنگی کا نہیں۔"

دین اسلام کا آسان ہونا ایک عظیم خوبی:

دین اسلام کی بہترین چیز اس کا آسانی اور سہولت پر مبنی ہونا ہے جس کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

- «إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ، إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ» 31

"تمہارے دین کی بہترین چیز اس کا آسان ہونا ہے تمہارے دین کی بہترین چیز اس کا آسان ہونا ہے۔"

زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف لکھتے ہیں:

"(خير دينكم أيسره) أى الذى لا مشقة فيه والدين كله كذلك إذ لا مشقة فيه ولا إصر كالذى كان من قبل لكن بعضه أيسر من بعض فأمر بعدم التعمق فيه فإنه لن يغالبه أحد إلا غلبه وقد جاءت الأنبياء السابقة بتكاليف وآصار بعضها أغلظ من بعض"32

"(خير دينكم أيسره) سے مراد یہ ہے کہ جس میں مشقت نہ ہو بالکل اسی طرح سارے دین میں کوئی مشقت اور تنگی نہیں ہے جس طرح پہلے مذاہب میں تھی لیکن اس کے احکام تو بعض احکام سے آسان ہیں۔ پس اس کے احکام میں سختی کو نہ لیا جائے کیونکہ دین پر کوئی ہر گز غالب نہیں آسکتا دین ہی اس پر غالب رہے گا سابقہ انبیاء کی شریعت میں

تنگیاں اور دشواریاں تھیں ان میں ایک سے بڑھ کر ایک سخت احکام تھے۔"

رسول اکرم ﷺ کو یہ پسند نہیں تھا کہ لوگ رخصتوں کو چھوڑ کر عزیمتوں پر ہی عمل کریں اور اپنی زندگی کو مشقت اور حرج میں مبتلا رکھیں آپ ﷺ نے صحابہؓ کی جو تعلیم وتربیت فرمائی تھی اس میں دونوں کی اہمیت کو اجاگر فرمایا تھا ایک موقع پر آپ کو علم ہوا کہ آپ کے اصحابؓ رخصت پر عمل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہے ہیں اور رخصت سے پرہیز کرتے ہوئے عزیمت کو ترجیح دے رہے ہیں تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ صراحت فرمائی کہ جو کام میں کرتا ہوں تم اس سے پرہیز کرتے ہو اللہ کی قسم تم مجھ سے زیادہ اللہ کو جاننے والے نہیں ہو اور نہ ہی تم مجھ سے زیادہ تقوی اختیار کرنے والے ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

◉ «صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ، فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ، وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً» 33

"نبی ﷺ نے کوئی کام کیا تھا اور لوگوں کو اس کے کرنے کی اجازت بھی دی تھی، لیکن لوگوں نے اس سے پرہیز کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد بیان کی پھر فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، جو میں کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں اللہ کو ان سے زیادہ جاننے والا ہوں اور ان سے زیاد ڈرنے والا ہوں۔"

علامہ بدر الدین العینیؒ فرماتے ہیں:

"قَوْله: (صنع النَّبِي ﷺ شَيْئا) لم يعلم مَا هُوَ. قَوْله: (فَرخص فِيهِ) من الترخيص وَهُوَ خلاف التَّشْدِيد يَعْنِي: سهّل فِيهِ من غير منع. قَوْله: (فتنزه عَنهُ قوم) يَعْنِي: احترزوا عَنهُ وَلم يقربُوا إِلَيْهِ، وَفِي رِوَايَة مُسلم: فكأنهم كرهوه وتنزهوا عَنهُ. قَوْله: (فَبلغ ذَلِك) أَي تنزههم النَّبِي ﷺ، فَقَالَ: مَا بَال قوم يتنزهون؟ أَي: يحترزون، وَفِي رِوَايَة مُسلم: فَبلغ ذَلِك النَّبِي ﷺ، فَغَضب حَتَّى بَان الْغَضَب فِي وَجهه. قَوْله: عَن الشَّيْء أصنعه، وَفِي رِوَايَة جرير: بَلغهُمْ عني أَمر ترخصت فِيهِ فكرهوه وتنزهوا عَنهُ، وَفِي رِوَايَة أبي مُعَاوِيَة يرغبون عَمَّا رخصت

فِيهِ. قَوْله : إِنِّي لأعلمهم إِشَارَة إِلَى القُوَّة العلمية . قَوْله : وأشدهم لَهُ خشيَة إِشَارَة إِلَى الْقُوَّة العملية. وَفِيه: الْحَث على الِاقْتِدَاء بِهِ وَالنَّهْي عَن التعمق وذم التَّنَزُّه عَن الْمُبَاح"34

"(صنع النَّبِي ﷺ شَيْئا) اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ کیا کام تھا۔

(فَرخص فِيهِ) یہ رخصت سے ہے جو سختی کے خلاف ہے مراد ہے وہ سہولت جو منع نہ ہو ۔(فتنزه عَنهُ قوم) یعنی انہوں نے احتراز کیا اور اس کے قریب نہ گئے مسلم کی روایت میں ہے انہوں نے اس کو مکروہ جانا اور اس سے اجتناب کیا(فَبلغ ذَلِك) یعنی ان کی ناپسندیدگی رسول اکرم ﷺ تک پہنچی۔ آپ نے فرمایا اس قوم کیا ہو گیا ہے یہ ناپسند کیوں کرتے ہیں یعنی اجتناب کیوں کر رہے ہیں مسلم کی روایت میں ہے کہ جب آپ کو یہ بات پہنچی تو آپ کو غصہ آ گیا اور غصہ کے اثرات چہرے پر ظاہر ہو رہے تھے اس کام کے بارے میں جو آپ ﷺ نے کیا۔ جریر کی روایت میں ہے ان کو بتاؤ میری طرف سے جس کام میں میں نے ان کو رخصت دی اسے انہوں نے ناپسند کیا اور اس سے اجتناب کیا ابو معاویہ کی روایت میں ان کو ترغیب دو جس چیز میں میں نے ان کو رخصت دی ہے۔

آپ ﷺ کا قول(إِنِّي لأعلمهم) میں زیادہ جانتا ہوں یہ قوت علمیہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کا قول(وأشدهم لَهُ خشيَة) میں ان سے زیادہ ڈرنے والا ہوں یہ قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کی اقتداء کی طرف ابھارا گیا ہے اور تعمق (مباح امور کا ترک) کی نہی کی گئی ہے اور تنزہ (جائز اشیاء سے اجتناب کرنا) کی مذمت کی گئی ہے۔"

کثرت سوال کی ممانعت میں حکمت:

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یہاں تک فرما دیا کہ وہ کوئی ایسا سوال نہ کریں جس کی وجہ سے انسانوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے اور سوال کی وجہ سے مزید مشکلات میں جکڑے جائیں۔ آپ ﷺ نے ایسے سوالات کو سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

◉ «إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا، مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَحُرِّمَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ» 35

"مسلمانوں میں سے سب بڑا جرم اس مسلمان کا ہے کہ جس نے کسی چیز کے بارے میں پوچھا (جب کہ وہ حرام) مسلمانوں پر حرام نہیں تھی لیکن ان کے سوال کرنے کی وجہ سے ان پر وہ چیز حرام کر دی گئی۔"

رسول اکرم ﷺ جب کوئی حکم صادر فرماتے تھے تو لوگ کے احوال، مساکن استطاعت اور قدرت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اور آپؐ کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ اعمال کی بجا آوری میں لوگ مشقت اور تنگی میں نہ پڑیں۔ دوسری طرف صحابہ کرامؓ کو تحصیل علم اور معرفت مسائل کا اس قدر شوق تھا کہ وہ اکثر آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرتے تھے بعض اوقات دریافت سوال کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی چیز واجب قرار دے دی جاتی پہلے حکم میں آسانی، تیسیر اور نرمی ہوتی لیکن دریافت شدہ مسئلہ میں سوالات کی گہرائی اس میں مشقت، سختی، تنگی اور حرج کا باعث بن جاتی اس لیے آپ نے اپنے اصحابؓ کو کثرت سوالات سے ممانعت فرمادی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

◉ «دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ» 36

"تم مجھے چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو چھوڑ دوں (یعنی بغیر ضرورت کے مجھ سے سوال نہ کرو) تم سے پہلے کی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کے سبب ہلاک ہو گئیں جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو اور تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس کو کرو جس قدر تم سے ممکن ہو سکے۔"

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمینؒ لکھتے ہیں:

"لأن بعض الصحابة من حرصهم على العلم ومعرفة السنة، كانوا يسألون النبي ﷺ عن أشياء قد لا تكون حراماً فتحرم من أجل مسألتهم، أو قد لا تكون واجبة، فتجب من أجل مسألتهم، فلهذا أمرهم النبي ﷺ أن يدعوه، أن يتركوا ما تركه ما دام لم يأمرهم ولم ينههم، فليحمدوا الله على العافية .ثم علل ذلك بقوله : ﴿فإنما أهلك من كان قبلكم كثرة سؤالهم، واختلافهم على أنبيائهم﴾ يعني أن الذين من قبلنا أكثروا المسائل على الأنبياء، فشدد عليهم كما شددوا على أنفسهم، ثم اختلفوا على أنبيائهم أيضاً، فليتهم لما سألوا فأجيبوا قاموا بما يلزمهم،

ولكنهم اختلفوا على الأنبياء ."37

"بعض اصحاب رسول حصول علم اور معرفت سنت کا انتہائی شوق رکھتے تھے کبھی ایسا ہو تا کہ ایک چیز حرام نہ ہوتی تھی لیکن ان کے سوال کی وجہ سے حرام ہو جاتی تھی۔ اور کبھی ایسا ہو تا کہ ایک چیز واجب نہ تھی لیکن ان کے سوال کی وجہ سے واجب ٹھہرتی۔ پس اسی لیے نبی اکرم ﷺ ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو چھوڑ دیں یا اس کو ترک کر دیں جس کو آپ نے چھوڑ دیا نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس تم اس در گزر پر اللہ کی تحمید کرو۔ پھر اس کی علت بیان کی (پس بے شک تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کی وجہ انبیاء کرام سے ان کے کثرت سوال اور ان کے اختلاف تھے) یعنی تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے پس ان پر اسی طرح سختی کی گئی جیسے انہوں نے اپنے اوپر سختی کی پھر انہوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کیا جو انہوں نے سوال کیا اس کا جواب دیا گیا اس کے بعد ان پر واجب تھا کہ جو ان پر لازم کیا گیا تھا اس کو پورا کرتے لیکن انہوں نے اپنے ابنیاء سے اختلاف کیا۔"

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کی جو تعلیم و تربیت فرمائی تھی ان کی شخصیت پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اصحابؓ سوالات کی بجائے رسول اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور اطاعت واتباع کو ہی اپنے لیے فلاح و کامیابی تصور کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ اصحاب رسول کے کثرت سوالات سے اجتناب کے بارے میں فرماتے ہیں:

" مَا رَأَيْتُ قَوْمًا كَانُوا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلُوهُ إِلَّا عَنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ مَسْأَلَةً حَتَّى قُبِضَ، كُلُّهُنَّ، فِي الْقُرْآنِ، مِنْهُنَّ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ} [البقرة:217] وَ {وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ} [البقرة: 222] قَالَ: مَا كَانُوا يَسْأَلُونَ إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُهُمْ "38

"میں نے صحابہ کرامؓ سے بہتر قوم نہیں دیکھی انہوں آپ کی زندگی میں صرف تیرہ مسائل کے بارے میں دریافت کیا اور وہ سارے مسائل قرآن میں موجود ہیں ان میں سے ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ﴾ (البقرہ 2:217) اور ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

الْمَحِيْضِ﴾(البقرہ 2: 222)حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: صحابہ کرام ؓ نے وہی سوالات کیے جو ان کے لیے فائدہ مند ہوئے۔"

نرم خو کے لیے خوشخبری:

رسول اکرم ﷺ کو نرمی، آسانی، تیسیر اور سہولت لوگوں کے لیے پیدا کرنا اس قدر پسند تھا کہ آپؐ نے ایسے آدمی کے لیے جو لوگوں کے لیے نرمی، تیسیر پیدا کرتا ہے اس کو یہ بشارت سنائی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

◉ « قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ تَحَرَّمُ عَلَيْهِ النَّارُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ عَلَى كل هين لين قريب سهل »39

"کیا تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤ کہ آگ کو اس پر حرام کر دیا گیا ہے تو صحابہؓ نے کہا کیوں نہیں ہر نرمی کرنے والے، قریب رہنے والے اور آسانی کرنے والے پر۔"

دین اسلام کی میں کسی قسم کی تنگی، مشقت، حرج پیدا کرنے کی ہر گز گنجائش نہیں ہے اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے نرمی، آسانی اور سہولت اختیار کرنے والے کے حق میں دعا بھی فرمائی اور اسے جنت کی بشارت بھی دی ہے۔

خلاصہ بحث:

دین اسلام کی تعلیمات سہولت، آسانی، تیسیر، نرمی، گنجائش اور وسعت پر مبنی ہیں اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے دین اسلام کے بارے میں فرمایا: « الدين يسر » یعنی دین اسلام سہولت، آسانی اور تیسیر والا دین ہے۔

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ جب اس کے احکام کی بجا آوری کرنے والے کی استطاعت اور قدرت میں کمزوری یا مجبوری واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی تو ایسے احوال میں اس کی تعلیمات میں مزید آسانی، سہولت، وسعت، نرمی اور گنجائش پیدا ہو جاتی ہے تاکہ حرج، تنگی اور دشواری کا خاتمہ ہو سکے۔

نبی اکرم ﷺ کی صفت ''معلم یسیر'' ہے آپ بطور خاص اپنی امت کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے لوگوں کی مجبوریوں اور دشواریوں سے خوب واقف تھے، آپؐ لوگوں کی عادات، ثقافت، احوال، مساکن، استطاعت، قدرت اور انسانی فطرت کے پیش نظر ہی احکام صادر فرماتے تھے اسی لئے عبادات سے لے کر معاملات تک ہر جگہ توسّع وتیسیر اور سہولت کو نمایاں رکھا ہے۔رسول اکرم ﷺ کو دین میں آسانی اور نرمی اس قدر پسند تھی کہ جہاں راہبانہ تعبد اور جفاکشانہ ریاضت کا اندازہ دیکھا وہاں فورا اس میں آسانی اور اعتدال کا حکم دیا، جہاں عادت، رویہ اور مزاج میں تنگی محسوس کی وہاں توسّع پیدا کر دیا اور سخت گیر انداز کو نرمی سے بدل دیا۔ جہاں انفرادی عذر سامنے آئے وہاں اجتماعی قانون کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن انفرادی رعایت دے دی۔ الغرض کہ دین اسلام کے احکام میں بندوں کی استطاعت وطاقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان سے افعال کا مطالبہ کیا ہے اور ان پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جو ان کی استطاعت وبساط میں نہ ہو۔ جہاں بھی کوئی عمل بندوں کی قوت اور طاقت سے باہر ہو جاتا ہے وہاں ان کو مکلف نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اسلامی تعلیمات کا عمومی تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد اتنا مکلف ہے جس قدر اس میں ہمت اور قوت پائی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

1. الروم 30: 54
2. النساء 4: 28
3. آل عمران 3: 159
4. الانبیاء: 21: 107
5. التوبہ 9: 128
6. الاعراف 7: 157
7. احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: 25972، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء
8. معمر بن أبی عمرو، الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق)، رقم الحدیث: 20574، المجلس العلمی باکستان وتوزیع المکتب اسلامی، بیروت، 1403ھ
9. الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الاوسط، باب المیم، رقم الحدیث: 7351، دار الحرمین، القاہرہ

10. العینی، محمود بن احمد، بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث العربی۔ بیروت، 1/ 235

11. عبد الکبیر محسن، ڈاکٹر، پروفیسر، توفیق الباری شرح صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، 2008ء، 1/116

12. البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الدین یسر، رقم الحدیث: 39، دار السلام، الریاض، 1998ء

13. الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ عز وجل، رقم الحدیث: 43

14. محمد عثمانی غنی، علامہ، نصرۃ الباری شرح صحیح البخاری، مکتبہ الشیخ، بہادر آباد، کراچی، 1/ 298

15. بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1427ھ، 3، 4/ 253-252

16. ابن بطال، أبو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری لابن بطال، مکتبۃ الرشد - السعودیۃ، الریاض، 1423ھ، 1/ 97

17. القشیری، مسلم بن الحجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب الامارہ، بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ، وَالْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ، وَالنَّهْيِ عَنْ إِدْخَالِ الْمَشَقَّةِ عَلَيْهِمْ، رقم الحدیث: 1828، دار احیاء التراث العربی، بیروت

18. القاری، علی بن محمد، ابو الحسن، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 6/ 2404، دار الفکر، بیروت ۔ لبنان، 2002ء

19. محمد بن اسماعیل بن صلاح، سبل السلام، دار الحدیث، 2/ 667

20. الجامع الصحیح، کتاب الادب، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، رقم الحدیث: 6126

21. عمدۃ القاری، 2/ 168

22. الخولی، محمد عبد العزیز بن علی الشاذلی، الادب النبوی، دار المعرفۃ - بیروت، 1423ھ، 1/ 189-190

23. صحیح مسلم، بَابُ بَيَانِ أَنَّ تَخْيِيرَ امْرَأَتِهِ لَا يَكُونُ طَلَاقًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ، کتاب الطلاق، رقم الحدیث: 1478

24. ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، الادب لابن ابی شیبہ، باب الاخذ بالرخص، رقم الحدیث: 194، دار البشائر الإسلامیۃ - لبنان، 1999ء

25. الادب لابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 195

26. الادب لابن شیبہ، رقم الحدیث: 192
27. الادب لابن شیبہ، رقم الحدیث: 190
28. محمد المدعو بعبد الرؤف، زین الدین، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصری، 1356ھ، 296/2
29. الیمنی، محمد بن علی بن محمد، نیل الأوطار، دار الحدیث، مصر، 1993ء، 244/3
30. سبل السلام، 387/1
31. مسند احمد، رقم الحدیث: 15936
32. فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، 486/3
33. الجامع الصحیح، کتاب الادب، بَابُ مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالعِتَابِ، رقم الحدیث: 6101
34. عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 156/22
35. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، بَابُ تَوْقِيرِهِ ﷺ، وَتَرْكِ إِكْثَارِ سُؤَالِهِ عَمَّا لَا ضَرُورَةَ إِلَيْهِ، أَوْ لَا يَتَعَلَّقُ ...، رقم الحدیث: 2358
36. الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام والسنۃ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث: 7288
37. العثیمین، محمد بن صالح بن محمد، شرح ریاض الصالحین، دار الوطن للنشر، الریاض، 1426ھ، 269/2
38. السمرقندی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، ابو محمد، سنن دارمی، المقدمہ، باب کراہیۃ الفتیا، رقم الحدیث: 127، دار المغنی للنشر والتوزیع، السعودیہ العربیہ، 1412ھ
39. الدارمی، محمد بن حبان، أبو حاتم، الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب البرّ والاحسان، باب حسن الخلق، رقم الحدیث: 470، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1988ء